راہِ کامل

مَیں کیوں المسیح کا پیروکار ہو گیا

سلطان محمد پال

چشمہ میڈیا

راہِ کامل

مَیں کیوں المسیح کا پیروکار ہو گیا

سلطان محمد پال

چشمہ میڈیا

بار ______________ اول

۲۰۱۸ء

rāh-e-kāmil. maiṅ kyūṅ al-masīḥ
kā pairokār ho gayā.
by Sultān Muḥammad Paul

© 2018 Chashma Media. This work is licensed
under a Creative Commons Attribution-
NoDerivatives 4.0 International License.

Bible quotations are from UGV.
Editing, design and layout (2018) by
Chashma Media, www.chashmamedia.org

فہرست مضامین

گزارشِ مصنف 4
میرا وطن اور جائے پیدائش 5
اپنے والدین کا مختصر بیان 5
میرا اپنے ماموں صاحبان سے جدا ہونا 8
مدرسے فتح پوری میں داخلہ 8
عیسائیوں کے ساتھ میرا پہلا مباحثہ 9
مجھ کو کتابِ مقدّس مل گئی 10
میرا کتابِ مقدّس پڑھنے کا طریقہ 12
میرا ممبئی کی طرف چلا جانا 13
میرا مدرسہ ذکریا میں داخل ہونا 13

ممبئی میں عیسائیوں کے ساتھ میرا مباحثہ 14
عیسائیوں کے خلاف نیا ادارہ 16
میرے اُستاد کا مجھ پر ناراض ہونا 17
میرا مکّہ اور مدینہ جانا 19
میری واپسی 20
انجمن ضیاء الاسلام کا جاری کرنا 21
منشی منصور مسیح سے میرا مباحثہ 22
نجات مگر کیسے؟ 23
قرآن کی رُو سے کوئی نجات نہیں پا سکتا 26
آیتِ بالا کی تفسیر خود آنحضرت کی زبانی 28
اعمال سے آنحضرت بھی نجات نہیں پا سکتے ... 32
انجیل میں مجھ کو نجات مل گئی 35
مَیں حضرت عیسیٰ کا پیروکار ہو گیا 38

گزارشِ مصنف

قارئینِ کرام کی خدمت میں میری یہ التماس ہے کہ اِس رسالے کو پڑھتے وقت امورِ ذیل کا خیال رکھیں:

- روحانی طور پر انسان کو کیا چیز درکار ہے؟
- کون سا مذہب یہ چیز مہیا کرتا ہے؟
- کتابِ مقدّس کو کس طرح پڑھنا مناسب ہے؟

(سلطان)

میرا وطن اور جائے پیدائش

میرا وطن جس پر مجھ کو بہت ناز ہے افغانستان جنت نشان ہے۔ میرے والد مرحوم علاقہ لوگر کے صدر یعنی بَرَکی راجان کے رہنے والے تھے جو کہ دار السلطنت کابل سے بیس پچیس کوس جانبِ جنوب واقع ہے۔ مَیں 1884ء میں پیدا ہوا۔

اپنے والدین کا مختصر بیان

میرے والد مرحوم کا نام نامی پاینده خان تھا۔ فوجی عہدے کے اعتبار سے کرنیل تھے۔ اوراُن کا خطاب بہادر خان تھا۔

میرے والد کی دو بیویاں تھیں۔ پہلی بیوی میرے والد کے قریبی رشتے داروں میں سے تھیں۔ اُن سے تین لڑکیوں کے سوا کوئی بیٹا پیدا نہ ہوا۔ تب اُن کی سید محمود آقا کی لڑکی سے شادی ہوئی تاکہ نسل منقطع نہ ہو جائے۔ نئی بیوی سیادت و

امارت کے لحاظ سے کابل کے چند معروف اشخاص میں سے تھے۔اُن سے مَیں اور میرا چھوٹا بھائی تاج محمد خاں پیدا ہوئے۔

امیر عبد الرحمان خاں مرحوم جب روس سے آ کرتختِ کابل پر بیٹھ گئے تو کچھ عرصے کے بعد اُنہوں نے ایک ہی خاندان کے چھ سربرآوردہ اشخاص کو جو افغانستان کے مضبوط اور قابلِ فخر رُکن تھے گرفتار کروا کر ایک نامعلوم مقام میں پہنچوا کر سب کو قتل کروایا۔ اِن میں میرے والد مرحوم، محمد جان خاں غازی اور فیض محمد خاں جرنیل بھی شامل تھے۔

ایک اَور آفت یہ آئی کہ میرے دو ماموں صاحبان سید خداداد آقا اور سید مقصود آقا جو کہ شہزادہ سردار ایوب خان کے ساتھ قندہار میں تھے شہزادہ موصوف کے شکست پانے کے بعد گرفتار ہو کر کابل بھیج دیئے گئے۔ چونکہ امیر شیر علی خاں کے صاحبزادے سردار ابراہیم خاں، سردار ایوب خاں اور سردار یعقوب خاں ہندوستان میں برطانوی حکومت کی پناہ

میں آئے تھے اِس لئے میرے دو قیدی ماموں صاحبان کو بھی امیر عبد الرحمان خان نے ہندوستان کی طرف جلاوطن کر دیا۔ اِس کے کچھ عرصے کے بعد میرے تیسرے ماموں صاحب سید احمد شاہ آقا جو اُن سے چھوٹے تھے اپنی والدہ اور ملازمین کے ہمراہ امیر عبد الرحمان خان کی اجازت سے ہندوستان میں آ گئے۔ لیکن باقی کُل عزیز کابل ہی میں رہے۔

ہندوستان آنے کے بعد میرے ماموں صاحب سردار ابراہیم خاں کے ہمراہ حسن ابدال ضلع اٹک میں مقیم ہوئے۔ لیکن چند سال کے بعد امیر عبد الرحمان خاں مرحوم اور سردار ابراہیم خان کے درمیان مصالحت ہوگئی اور ہمارے کُل خاندان کو کابل واپس آنے کی اجازت مل گئی۔ سو سوائے میرے اور میرے تین ماموں صاحبان کے سب کے سب اپنے ملک واپس چلے گئے۔

میرا اپنے ماموں صاحبان سے جدا ہونا

کچھ عرصے بعد مَیں اپنے ماموں صاحبان کے گھر کو خیرباد کہہ کر پشاور گیا۔ اور امیر عبد الرحمان خاں مرحوم کے حضور اِس مطلب کی ایک عرضی بھیجی کہ مجھ کو کابل آنے کی اجازت دی جائے۔ امیر مرحوم نے جواب دیا کہ بغیر ضمانت دیئے تم نہیں آ سکتے۔ لہٰذا مایوس ہو کر یارقند کے راستے سے بخارا جانے کا قصد کیا۔ کیونکہ میرے والد اور دیگر نامی گرامی اشخاص کے قتل کے بعد میرے بہنوئی صاحب اُس وقت کابل سے بھاگ کر بخارا میں رہنے لگے تھے۔

جب مَیں کشمیر پہنچا تو موسمِ سردی کا شروع تھا اور سفر خطرناک ہو گیا تھا۔ اب وہاں سے ہندوستان کا رُخ کیا۔

مدرسے فتح پوری میں داخلہ

دہلی پہنچ کر مدرسے فتح پوری میں عربی کی تکمیل کی غرض سے داخل ہوا۔

عیسائیوں کے ساتھ میرا پہلا مباحثہ

اُن ہی ایام میں ایک روز مَیں اپنے چند دوستوں کے ساتھ چاندنی چوک کی سَیر کرکے مدرسے کی طرف واپس آرہا تھا کہ مدرسے سے کچھ فاصلے پر بہت بِھیڑ لگی دیکھی۔ بِھیڑ کو دیکھ کر ہم بھی اُدھر روانہ ہوئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ عیسائیوں کے ایک مناد اور ہمارے مدرسے کے ایک طالب علم کے درمیان مسلۂ تثلیث پر بحث ہو رہی ہے۔ مُناد تثلیث پر قرآن شریف کی اِس آیت سے استدلال کر رہا تھا کہ

> وَنَحنُ أَقرَبُ إِلَيهِ مِن حَبلِ الوَرِيدِ
> ہم انسان کے لئے اُس کی شاہ رگ گردن سے زیادہ قریب ہیں (سورہ ق 16)

اور کہتا تھا کہ اگر خدا واحد مطلق ہوتا تو "ہم" نہ کہتا بلکہ "مَیں"۔ طالب علم کچھ بے معنی سا جواب دے رہا تھا۔ میرے دوستوں نے مجھ کو جواب دینے کا اشارہ کیا۔ آگے بڑھ کر مَیں نے کہا

کہ "ہم" اِس مقام پر محاورۂ عرب کے مطابق صرف تعظیم و تحسینِ کلام کے لئے استعمال ہوا ہے۔ میری زندگی میں عیسائیوں کے ساتھ بحث کرنے کا یہ پہلا موقع تھا۔ اُسی دن سے میرے دل میں مسیحیوں کے ساتھ مباحثہ کرنے کا اِس قدر شوق پیدا ہوا جس کا بیان نہیں کرسکتا۔ یہ صرف شوق ہی شوق نہ تھا بلکہ مذہبی غیرت اِس کے پیچھے تھی۔ غرض کہ مجھ سے جہاں تک ہو سکا مَیں نے اُن مشہور اور معروف کتابوں کو جو عیسائیوں کے رد میں لکھی گئی ہیں جمع کرنا شروع کیا۔ مثلاً مولوی رحمت اللہ صاحب کی اظہار الحق اور اعجازِ عیسوی جو اِس فن میں سب سے زیادہ مشہور کتابیں ہیں۔

مجھ کو کتابِ مقدّس مل گئی

ایک دن ایک انگریز پادری نے جو کہ منادوں کے ساتھ آیا کرتے تھے مجھ کو اپنا وِزٹنگ کارڈ دے کر اپنے بنگلے پر آنے کی دعوت دی اور مجھے اپنے دوستوں کو بھی ہم راہ لانے کی

اجازت دی۔ چنانچہ مَیں اپنے دو تین دوستوں کو ساتھ لے کر اُن کے بنگلے پر گیا۔ پادری صاحب نہایت تپاک کے ساتھ پیش آئے۔ چائے پیتے وقت ایک دل چسپ مذہبی گفتگو چھڑ گئی۔ پادری صاحب نے مجھ سے مخاطب ہو کر کہا، ”کیا آپ کتابِ مقدّس پڑھتے ہیں؟“

مَیں نے کہا، ”مَیں کتابِ مقدّس کو پڑھ کر کیا کروں گا؟ ایسی محرف کتاب کو کون پڑھے گا جس کو آپ لوگ ہر سال بدلتے رہتے ہیں؟“

میرے اِس جواب پر پادری صاحب کے چہرے سے افسوس کے آثار ظاہر ہوئے اور ایک چوری چھپے مسکراہٹ کے ساتھ کہنے لگے، ”کیا ہم عیسائی لوگ سب کے سب بے ایمان ہیں یا خدا سے نہیں ڈرتے جو خدا کے پاک کلام میں تبدیلی کرتے اور دُنیا کو دھوکا دیتے ہیں؟ جب مسلمان یہ کہتے ہیں کہ عیسائی تورات و انجیل میں تحریف کرتے ہیں تو اِس کا یہ مطلب ہے کہ کُل عیسائی بے ایمان اور لوگوں کو

گم راہ کرنے والے ہیں۔ مسلمانوں کا یہ دعویٰ کہ پاک کلام محرف ہے سراسر غلط اور باطل ہے، اور مَیں جانتا ہوں کہ اِس قسم کا دعویٰ اُن مسلمانوں کا ہے جو کتابِ مقدّس اور عیسائیوں کے عقیدے اور ایمان سے ناواقف ہیں۔"

یہ کہہ کر پادری صاحب نے مجھ کو دو جِلدیں کتابِ مقدّس کی دیں، ایک فارسی اور دوسری عربی زبان میں۔ ساتھ ساتھ اُنہوں نے تاکیداً کہا کہ آپ اِن کو ضرور پڑھیں۔ چنانچہ اُن کا شکریہ ادا کر کے ہم وہاں سے رخصت ہو گئے۔

میرا کتابِ مقدّس پڑھنے کا طریقہ

مَیں اِس غرض اور نیّت سے کتابِ مقدّس پڑھا کرتا تھا کہ عیسائیوں اور خود کتابِ مقدّس پر اعتراض اور نکتہ چینی کر سکوں۔ نہ ہی مَیں کتابِ مقدّس کو سلسلہ وار پڑھتا تھا بلکہ اُن ہی مقامات کو جن کا حوالہ مسلمان مباحثین اپنی تصنیفات میں دیتے تھے۔

میرا ممبئی کی طرف چلا جانا

جب تک دہلی میں رہا عیسائیوں کے ساتھ مباحثہ کا معرکہ گرم رہا۔ اُسی عرصے میں مَیں نے ممبئی جانے کا قصد کیا۔ مجھ کو وہاں جناب مولانا مولوی ہدایت اللہ صاحب سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ مولوی صاحب ممبئی میں کیا عزت اور کیا علمیّت اور کیا وجاہت کے لحاظ سے آفتاب کی طرح مشہور تھے۔

میرا مدرسہ ذکریا میں داخل ہونا

اِن ہی ایام میں مصر سے ایک اَور زبردست عالم جو منطق اور فلسفے میں ماہر تھے آ کر مدرسہ ذکریا میں مدرّس مقرر ہوئے۔ آپ کا نام مولوی عبد الواحد تھا اور افغانستان کے صوبہ جلال آباد کے رہنے والے تھے۔ جب آپ کی شہرت ہوئی تو مَیں بھی مدرسہ ذکریا میں داخل ہوکر آپ سے منطق اور فلسفے کی انتہائی کتابیں پڑھنے لگا۔ آپ مجھ پر بے حد پدرانہ نظرِ شفقت

رکھتے تھے۔ آپ نے اپنے کمرے کے پاس ہی مجھ کو ایک کمرا دیا تاکہ ہر وقت مَیں آپ سے مدد لے سکوں۔

ممبئی میں عیسائیوں کے ساتھ میرا مباحثہ

ایک دن مَیں اور مدرسے کے چند طالب علم سَیر کرتے کرتے دھوبی تالاب پہنچ گئے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ چند عیسائی مُنّاد وعظ کر رہے ہیں۔ اُن کو دیکھتے ہی میرا پُرانا زخم پھر تازہ ہو گیا اور دہلی کا نقشہ آنکھوں کے سامنے پھرنے لگا۔ مَیں آگے بڑھنے ہی کو تھا کہ ایک طالب علم مجھ سے کہنے لگا، "مولوی صاحب، جانے بھی دیجئے۔ اِن لوگوں سے بحث کرنا اپنے وقت کو ضائع کرنا ہے۔ یہ بے چارے نہ مباحثہ کرنا جانتے ہیں اور نہ آدابِ مباحثے سے واقف ہوتے ہیں۔ اِن کو اِسی بات کی تنخواہ ملتی ہے سو اپنا فرض ادا کرتے ہیں۔ اِس سے مباحثہ کرنے میں سوائے نقصان کے فائدہ کچھ بھی نہیں۔"

مَیں نے کہا، "آپ نہیں جانتے، پر مَیں اِن لوگوں سے خوب واقف ہوں۔ اگرچہ یہ لوگ مباحثہ اور مباحثے کے آداب نہیں جانتے لیکن لوگوں کو گم راہ کرنے کے طریقے خوب جانتے ہیں۔ اِس لئے ہر ایک مسلمان پر فرض ہے کہ اِن کے مکر اور فریب کے جال سے بُھولے بھٹکے مسلمانوں کو بچائے۔"

یہ کہہ کر مَیں آگے ہوا اور اعتراض پر اعتراض کرنا شروع کیا۔ اُس طرف سے بھی اعتراضوں کی بوچھاڑ ہونے لگی۔ بہت دیر تک سلسلہ جاری رہا لیکن وقت نہ ہونے کے سبب اُس روز بحث بند ہو گئی۔

مدرسے کے طلبا میں اِس بات کا خوب چرچا ہوا اور اُن میں بھی مباحثے کا شوق پیدا ہونے لگا۔ ہم ہفتے میں دو بار بلاناغہ مباحثے کے لئے آیا کرتے تھے۔ جب اُنہوں نے دیکھا کہ ہم بلاناغہ مباحثے کے لئے آ رہے ہیں تو چرچ مشن کے دو صاحبان نے ہمیں اپنے بنگلے میں آنے کی دعوت دی۔ گفتگو کے دوران کہنے لگے، "دھوبی تالاب بہت دُور ہے اور

آنے جانے میں آپ لوگوں کو بہت تکلیف ہوتی ہو گی۔ اگر آپ سچ مُچ تحقیق کرنا چاہتے ہیں تو ہم آپ لوگوں کے قریب ایک کُتب خانہ کھول دیں گے جس میں ہفتے میں ایک بار شام سے لے کر جب تک آپ چاہیں مذہبی باتوں پر بحث کریں۔"

مَیں نے شکریہ کے ساتھ اُن کی اِس رائے کو منظور کیا۔ چنانچہ اُنہوں نے پاؤ دھونی میں جو ہمارے مدرسے کے بہت ہی قریب تھی ایک کُتب خانہ کھول دیا، اور ہم مقررہ وقت پر پہنچا کرتے تھے۔

عیسائیوں کے خلاف نیا ادارہ

جب مَیں نے دیکھا کہ ہمارے مدرسے کے طلبا اور باہر کے رُفقا عیسائی مذہب سے ناواقف ہیں اور فنِ تقریر میں ناتجربہ کار ہیں تو جناب مولوی عباس خاں صاحب کے مشورے سے ایک علیحدہ مکان کرائے پر لے کر ایک انجمن بنام ندوۃ

المتکلمین جاری کی۔ اُس کا مقصد یہ تھا کہ مخالفینِ اسلام اور خاص کر عیسائیوں کے ساتھ مباحثہ کرنے کے لئے مباحثین تیار کئے جائیں۔

میرے اُستاد کا مجھ پر ناراض ہونا

جب میرے اُستاد نے یہ دیکھا کہ مَیں بحث مباحثے میں شب و روز مصروف ہوں اور سوائے اِس کے اَور کچھ فکر ہی نہیں تو ایک رات نمازِ عشا کے بعد میرے کمرے میں تشریف لائے۔ مَیں اُس وقت انجیل کا مطالعہ کر رہا تھا۔ پوچھنے لگے، "تمہارے ہاتھ میں کونسی کتاب ہے؟"

مَیں نے جواب دیا، "یہ انجیل ہے۔"

یہ سن کر وہ ناراض ہو کر فرمانے لگے، "مجھ کو ڈر ہے کہ کہیں مسیحی نہ ہو جاؤ۔"

اِس جملے کو سن کر مَیں سخت بے تاب ہو گیا۔ اگرچہ مَیں ادب کے لحاظ سے کچھ کہنا نہ چاہتا تھا تو بھی میرے منہ سے نکل ہی

گیا، "مَیں کس طرح عیسائی ہو جاوں گا؟ کیا انجیل پڑھنے سے کوئی عیسائی ہو جاتا ہے؟ مَیں انجیل اِس لئے پڑھتا ہوں کہ عیسائیوں کی جڑ اُکھیڑ دوں نہ کہ خود عیسائی ہو جاؤں۔ مناسب تھا کہ آپ میری تعریف کرتے اور میرا دل بڑھاتے نہ کہ میرا دل توڑتے یا میرا حوصلہ پست کرتے۔"

تب آپ نے کہا، "یہ مَیں نے اِس لئے کہا کہ مَیں نے سنا ہے کہ جو شخص انجیل پڑھتا ہے وہ عیسائی ہو جاتا ہے۔ کیا تم نے نہیں سنا جو ایک شاعر نے کہا ہے، 'جب تُو انجیل پڑھتا ہے تو مسلمانوں کا دل اسلام سے پھر جاتا ہے'۔"

مَیں نے کہا، "جو بھی کہا گیا ہے، غلط کہا گیا ہے۔"

خیر، مجھے کچھ مزید نصیحت کر کے مولوی صاحب اپنے کمرے کو واپس چلے گئے۔ کوئی پانچ چھ سال تک یہ دل چسپ اور روحانی جنگ جاری رہی ہو گی۔

میرا مکّہ اور مدینہ جانا

مجھے یکایک حج کا شوق چرُایا اور فی الفور سارا انتظام کرکے شاہ نور جہاز پر سوار ہوکر جدّہ اور جدّہ سے مکّہ پہنچ گیا۔ مکّہ سے مَیں جناب مولوی حسام الدین صاحب ایڈیٹر کشف الحقائق ممبئی کے ساتھ خط وکتابت کرتا رہا۔ جب حج کرنے کا دن آ پہنچا تو احرام باندھ کر عرفات گیا۔ عرفات کا دن عجیب دل چسپ نظارہ کا دن ہوتا ہے۔ امیر و غریب، شریف اور وضیع سب کے سب ایک ہی سفید چادر اور تہ بند میں لپٹے ہوئے ننگے سر اور ننگے پاؤں یوں معلوم ہوتے ہیں کہ قیامت کا دن ہے، کہ سب مُردے اپنے اپنے کفنوں سمیت قبروں سے اپنے اعمال کا حساب کتاب دینے کے لئے نکلے ہیں۔ میری دونوں آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ مگر ساتھ ہی یہ خیال پیدا ہوا، ”اگر اسلام سچا مذہب نہیں ہے تو قیامت میں میری کیا

حالت ہو گی؟" اُس وقت مَیں نے خدا سے یوں دعا مان گی،

"الٰہی، تُو اپنا سچا مذہب اور سچا راستہ مجھے بتا۔ اگر اسلام سچا مذہب ہے تو تُو مجھ کو اُس پر قائم رکھ اور مجھ کو یہ توفیق دے کہ اسلام کے مخالفین کے منہ بند کرسکوں۔ اور اگر عیسائی مذہب سچا ہے تو تُو اُس کی سچائی مجھ پر ظاہر کر۔ آمین۔"

میری واپسی

مدینہ کی مختصر زیارت کے بعد مَیں ممبئی واپس لَوٹ آیا۔ میری اِس غیر حاضری کے زمانے میں ندوَۃ المتکلّمین بند ہو گیا تھا۔ اِس لئے واپس آ کر سب سے پہلا کام جو مَیں نے کیا یہ تھا کہ ندوَۃ المتکلمین کے عوض ایک اَور انجمن بنام ضیاء الاسلام جاری کی۔ اِس انجمن کا سر مَیں تھا اور سیکرٹری عبد الرؤف صاحب تھے۔

انجمن ضیاء الاسلام کا جاری کرنا

عبد الرؤف صاحب کے مکان ہی پر جو گرینڈ روڈ کے قریب واقع تھا اُس کے اجلاس ہوا کرتے تھے۔ اُس کے قوانین میں سے ایک قانون یہ تھا کہ مخالفینِ اسلام میں سے ہفتے میں ایک بار ایک شخص کو دعوت دیں کہ وہ آ کر اسلام کے خلاف لیکچر دے۔ اور ہم میں سے کوئی صاحب جس کو صدر چنے اُس کا جواب دے۔

عیسائیوں کی طرف سے منشی منصور مسیح جو قریب رہتے تھے بلاناغہ آ کر اسلام کے خلاف لیکچر دیتے تھے۔ اِسی طرح آریوں کی طرف سے بھی کوئی نہ کوئی صاحب تشریف لاتے تھے۔

منشی منصور مسیح سے میرا مباحثہ

ایک روز منشی منصور مسیح نے ہماری انجمن میں اِس موضوع پر ”اسلام میں نجات نہیں ہے“ ایک زبردست لیکچر دیا۔ انجمن کے اراکین نے مجھے کہا کہ مَیں اُن کا جواب دوں۔ مَیں جواب دینے کے لئے کھڑا ہوا اور اپنے علم کے زور سے یہ ثابت کرنا چاہا کہ اسلام میں پوری اور کامل نجات ہے۔ لیکن مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ اگرچہ سامعین نے میرے لیکچر کی داد دی اور چاروں طرف سے واہ واہ ہونے لگی، لیکن خود مجھ کو میرے دلائل سے اطمینان نہ تھا۔ مَیں لیکچر کے دوران اپنی کم زوری کو خود محسوس کر رہا تھا۔ اگرچہ میری آواز کے سامنے منصور مسیح صاحب کی آواز دھیمی ہوگئی تھی لیکن میرے دل میں اُن کی آواز اِس زور شور سے گونج رہی تھی جس کا بیان مَیں نہیں کرسکتا۔

نجات مگر کیسے؟

سب سے زیادہ عمیق اور قابلِ غور بات جو اب تک باقی تھی وہ قرآن شریف اورمستند احادیث کی تحقیق و تفتیش تھی۔ پیشتر اِس کے کہ مَیں اِن میں نجات کی تلاش کرتا خدا کے سامنے اپنے دونوں ہاتھوں کو اُٹھا کر یوں دعا کی،

”الٰہی! تُو جانتا ہے کہ مَیں مسلمان ہوں اورمسلمان پیدا ہوا۔ میرے آبا و اجداد سینکڑوں پُشت سے اِسی مذہب میں پیدا ہوئے اور اِسی میں فوت ہوئے۔ اِسی میں مَیں نے تعلیم و تربیت پائی۔ اور اِسی میں میری پرورش ہوئی۔ چنانچہ تُو اُن تمام باتوں کو جو تیری سچی راہ کی تحقیق کرنے سے مجھ کو روکتی ہیں یک قلم مجھ سے دُور کر۔ تُو اپنی نجات کا راستہ مجھ کو بتا تاکہ جب مَیں اِس دارِ فانی سے چل بسوں تو تیرے آگے قابلِ ملامت نہ ٹھہروں۔ آمین۔“

قرآن شریف کا مطالعہ کرنے سے جو بات مجھے اِس سے قبل معلوم تھی وہی بات اب بھی ثابت ہوئی یعنی یہ کہ نجات کا ملنا صرف نیک اعمال پر مَوقوف ہے،

> فَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ وَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ
>
> (سورہ الزلزلہ 6 & 7)

یعنی جو ذرہ بھر نیکی کا کام کرے گا وہ اِس کا اجر پائے گا، اور جو ذرہ بھر بدی کا کام کرے گا وہ اِس کی سزا پائے گا۔

اِس قسم کی آیات کو پڑھ کر جو سرسری نظر سے مرغوب اور تسلّی بخش معلوم ہوتی ہیں مجھ میں یہ سوال پیدا ہوا کہ "کیا یہ ممکن ہے کہ ہم سے نیکی ہی نیکی سرزد ہوتی جائے اور کسی قسم کی بدی ہم سے سرزد نہ ہو؟ کیا انسان میں ایسی طاقت ہے؟"

جب گہری نظر سے اِس سوال پر غور کیا اور ساتھ ہی انسانی طاقت اور جذبات کا اندازہ کیا تو معلوم ہوا کہ انسان کے لئے سراسر معصوم رہنا ناممکن ہے۔

اِس ناتے سے میرے دل میں یہ سوال پیدا ہوا کہ آخر حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی تو انسان ہیں۔ جہاں قرآن شریف میں دیگر انبیا کے گناہ کا ذکر ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے گناہ کا ذکر کیوں مرقوم نہیں ہوا ؟

چونکہ قرآن شریف میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی معصومیت کے سوا اَور کسی بات کا ذکر نہ ملا اِس لئے مَیں نے انجیل شریف کی طرف رجوع کیا اور ذیل کی آیات مل گئیں،

> کیا تم میں سے کوئی ثابت کر سکتا ہے کہ مجھ سے کوئی گناہ سرزد ہوا ہے؟ (یوحنا 46:8)

> اور وہ ایسا امامِ اعظم نہیں ہے جو ہماری کمزوریوں کو دیکھ کر ہم دردی نہ دکھائے بلکہ اگرچہ وہ بے گناہ رہا تو بھی ہماری

> طرح اُسے ہر قسم کی آزمائش کا سامنا کرنا پڑا۔
>
> (عبرانیوں 4:15)

کافی اور شافی دلائل سے ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ کے سوا انسان حقیقت میں گناہ گار ہے۔ چنانچہ مَیں کون اور میری حقیقت کیا جو یہ کہہ سکوں کہ نیک اعمال سے نجات پا سکتا ہوں جبکہ بڑے بڑے مُصلِحانِ دین، بڑے بڑے فیلسوف، بڑے بڑے متّقی اِس میدانِ بے پایاں میں دوڑ کر ہار گئے؟

قرآن کی رُو سے کوئی نجات نہیں پا سکتا

اُن تمام آیات میں سے، جو اِس بات کی تائید کرتی ہیں مَیں دو آیتیں یہاں نقل کرتا ہوں جو قطعی فیصلہ کرتی ہیں کہ کوئی فرد خواہ وہ کیسی حیثیت اور درجے کا ہو نجات نہیں پا سکتا،

> وَإِن مِّنكُمْ إِلَّا وَارِدُهَاۚ كَانَ عَلَىٰ رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ثُمَّ نُنَجِّى ٱلَّذِينَ ٱتَّقَواْ وَّنَذَرُ ٱلظَّٰلِمِينَ فِيهَا جِثِيًّا۔ (سورۃ مریم 71–72)

یعنی یہ بات تیرے پروردگار پر واجب ہو چکی ہے کہ تم میں سے ہر ایک انسان دوزخ میں وارد ہو گا۔ پھر ہم متقین کو دوزخ سے چھٹکارا دیں گے اور ظالموں کو گھٹنوں کے بل اُس میں پڑے رہنے دیں گے۔

اِس آیت کے پڑھنے سے جس قدر خوف، دہشت اور مایوسی مجھ پر طاری ہوئی مَیں ہی جانتا ہوں اور میرا دل جانتا ہے۔ مَیں ایک روحانی مریض تھا اور قرآن شریف کو اِس نیّت سے پڑھتا تھا کہ وہ روحانی ڈاکٹر کی حیثیت سے میری گناہ آلودہ فطرت کا علاج بتائے گا۔ لیکن علاج بتانے کے بجائے مجھ کو صاف صاف سنایا کہ "تم میں سے ہر ایک شخص جہنّم میں جائے گا، کیونکہ تیرے رب پر یہ قطعی فرض ہو چکا ہے۔"

آیتِ بالا کی تفسیر خود آنخضرت کی زبانی

لیکن جو محبت اور اُلفت مجھ کو اسلام کے ساتھ تھی اُس نے مجھ کو ذاتی فیصلہ کرنے اور جلدی سے کام لینے سے روک دیا۔ مَیں نے مناسب سمجھا کہ احادیث میں اِس آیت کی تفسیر تلاش کر کے دیکھوں کہ خود آنخضرت اِس کے متعلق کیا ارشاد فرماتے ہیں۔ چنانچہ تلاش کرتے کرتے مجھ کو ذیل کی حدیث مشکوٰۃ میں مل گئی،

> ابن مسعود کہتے ہیں کہ آنخضرت صلعم نے فرمایا کہ سب لوگ دوزخ میں داخل ہوں گے، پھر اپنے اعمال کے بموجب اُس سے نکلیں گے۔ اُن کے اول بجلی کی چمک کی طرح جلدی نکلیں گے۔ پھر ہوا کی طرح۔ پھر گھوڑے کی دوڑ کی طرح۔ پھر سوار کی طرح۔ پھر انسان کی دوڑ کی طرح۔ پھر انسان کے پیدل چلنے کی طرح۔[a]

[a] وعن ابن مسعود قال رسول الله صلعم یرد الناس النار ثم یصدرون منها با عمالهم فاولهم کلمه البرق ثم کالریح ثم کحضر الفرس ثم کالراکب فی رحله ثم کشد الرجل ثم کمشیه۔

اب مذکورہ آیت کا مطلب صاف ہو گیا کہ تمام انسان کا ایک دفعہ جہنم میں جانا لازمی ہے۔ پھر لوگ اپنے اپنے اعمال کے مطابق اِس سے نکلتے رہیں گے۔ قرآن شریف کا مطلب صاف ہو گیا اور خود آنحضرت نے بھی اِس کی تصدیق کی۔ اگر مَیں چاہتا تو اُسی وقت اپنی تحقیقات کو بند کرتا۔ لیکن مَیں نے یہ نہیں کیا بلکہ یہ بہتر سمجھا کہ قرآن شریف کی مذکور آیت کی تفسیر خود قرآن ہی سے تلاش کروں۔ چنانچہ ڈھونڈتے ڈھونڈتے مجھ کو یہ آیت مل گئی،

> وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ ٱلنَّاسَ أُمَّةً وَٰحِدَةً ۖ وَلَا يَزَالُونَ مُخْتَلِفِينَ إِلَّا مَن رَّحِمَ رَبُّكَ ۚ وَلِذَٰلِكَ خَلَقَهُمْ ۗ وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ ٱلْجِنَّةِ وَٱلنَّاسِ أَجْمَعِينَ۔
>
> (سورۃ ہود 118– 119)

اِس حدیث کو ترمذی اور دارمی نے روایت کیا ہے۔ مشکوٰۃ کتاب الفتن فی الحوض و الشفاعت، صفحہ 494، مطبوعہ مجتبائی، دہلی۔

یعنی اگر تیرا رب چاہتا تو سب لوگوں کو ایک اُمّت بناتا۔ لیکن یہ ہمیشہ اختلاف کرتے رہیں گے۔ مگر جس پر تیرے رب کا رحم ہو اور خدا نے اُن کو اِسی لئے پیدا کیا ہے تاکہ تیرے رب کی یہ بات پوری ہو کہ مَیں جِنوں اور آدمیوں سے دوزخ بھر دوں گا۔[a]

اِس آیت کو پڑھ کر جو صدمہ میرے دل کو پہنچا اِس سے مَیں یہاں تک متاثر ہو گیا کہ قرآن شریف کو آہستہ سے بند کر دیا اور اُسی جگہ رکھ کر تفکرات میں غرق ہو گیا۔ خواب میں بھی چین نہ ملا، کیونکہ بیداری کے خیالات نیند میں مجسّم ہو کر چھیڑ رہے تھے۔ میرا دل بہت ہی مضطرب اور سیماب کی طرح بے قرار تھا۔ لیکن اسلام کا ترک کرنا میرے لئے نہایت مشکل تھا۔ جان دینا مجھ کو منظور تھا، لیکن اسلام کو چھوڑنا نامنظور۔ لہٰذا کچھ عرصے تک سوچتا رہا۔ اور اِس جست جو میں

[a] اب آپ اِس تعلیم کا یوحنا 16:3 سے مقابالہ کریں۔ تب آپ کو معلوم ہو گا کہ نجات کس میں ہے۔

رہا کہ اگر کوئی بھی حیلہ یا سہارا مجھ کو مل جائے تو مَیں اسلام کو ہرگز نہیں چھوڑوں گا۔ اِسی نیّت سے احادیث کا سہارا ڈھونڈنے لگا مگر ایک بھی نہ ملی۔

البتہ اِس مضمون پر ابی ذر سے ایک حدیث مروّی ہے جس کے کھلے الفاظ فرماتے ہیں کہ نجات بالاعمال کوئی چیز نہیں حتّٰی کہ زنا کار اور چور صرف کلمہ پڑھنے سے نجات پاتا ہے۔ وہ یہ ہے،

> ابی ذر نے کہا، مَیں آنحضرت صلعم کے پاس آیا۔ آپ سو رہے تھے، اور آپ پر سفید کپڑا تھا۔ جب مَیں پھر آیا تو آپ جاگتے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ ہر ایک بندہ جو لا الٰہ الاّ اللہ کہے اور اِس پر مر جائے وہ جنت میں داخل ہو گا۔ مَیں نے پوچھا، اگرچہ زنا کار یا چور ہو؟ آپ نے فرمایا، اگرچہ وہ زناکار یا چور ہو۔ مَیں نے پوچھا، اگرچہ چور یا زانی ہو؟ آپ نے فرمایا، اگرچہ وہ زناکار یا چور ہو۔ مَیں

> نے پوچھا، اگرچہ وہ زناکار یا چور ہو؟ آپ نے فرمایا، اگرچہ وہ زناکار یا چور ہو۔ یہ بات ابو ذرکو ناگوارمعلوم ہوتی ہے۔[a]

اعمال سے آنخضرت بھی نجات نہیں پا سکتے

ایک اَور حدیث میں مَیں نے پڑھا،

> ابی ذر نے کہا، آنخضرت صلعم نے فرمایا کہ ہرگز تم میں سے کسی کو اِس کا عمل نجات نہیں دے سکتا۔ لوگوں نے کہا، آپ کو بھی نجات نہیں دے سکتا؟ آپ نے کہا کہ نہیں، مگر جب خدا مجھ کو اپنی رحمت میں چھپا لے۔ چنانچہ مضبوط رہو اورکوشش کرو اور صبح و شام اور ہر وقت عمل میں کوشش کرو۔[b]

---

[a] وعن ابی ذر قال اتیت النبی صلعم ثوب ابیض وَھوا نائم ثم اتیتہ وقد استقیظ فقالا ما من عبد قالا لا اِلہَ الّا اللہ ثم مات علیٰ ذالک لا دخل الجنۃ قلت وان زنی وسرق قالا وان زنی و سرق قلت وان زنی وان سرق قالا وان زنی و ان سرق قلت وان زنی و ان سرق قالا وان زنی وان سرق علی رغم انف ابی ذر کان ابو ذر اذا احدث بھذا قالا وان رغم انف ابی ذر متفق علیہ۔

[b] وعن ابی حریرہ قالا قالا رسول اللہ صلعم لن ینج احداً منکم عملہ قالو ولا انت یا رسول اللہ قالا ولا انا الا ان یتغمدنی اللہ منہ برحمہ فسددوا وقار بواوعدو اور وحوا و شیء من الدلجۃ والقصد تبغلوا متفق علیہ۔ (بخاری)

احادیثِ بالا میں مجھ کو قابلِ غور یہ بات معلوم ہوئی کہ جب تک خدا کا رحم شاملِ حال نہ ہو کوئی شخص نجات نہیں پا سکتا۔ اِس سے مجھ کو ایک لحاظ سے تسلی تو مل گئی، لیکن ساتھ ہی یہ سوال بھی پیدا ہوا کہ اگر خدا رحیم ہے تو وہ عادل بھی ہے۔ اگر خدا صرف اپنے رحم سے معاف کر دے تو اُس کا عدل کہاں رہے گا؟ اگر اُس کا عدل کام میں نہ آئے تو خدا کی ذات میں نقص وارد ہوگا۔ یہ خدا کی شان کے شایاں نہیں۔

تیسری بات جو مجھ کو احادیث سے معلوم ہوئی یہ تھی کہ آنحضرت بھی کسی کو نہیں بچا سکتے یہاں تک کہ اپنے رشتے داروں اور اپنی بیٹی فاطمہ کو بھی بچانے سے قاصر ہیں۔ چنانچہ یہ خیال کہ قیامت کے دن آنحضرت شفاعت کریں گے غلط ثابت ہوا۔ وہ حدیث یہ ہے،

> راویانِ مذکور ابو ہریرہ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت پر جب یہ آیت نازل ہوئی، "اپنے قریب تر رشتے داروں

> کو ڈرا" تو آنخضرت کھڑے ہو کر فرمانے لگے، "اے قریش کے لوگو! اے عبد مناف کے بیٹو! اے عباس عبد المطلّب کے بیٹے! اے صفیہ میری پھوپھی! مَیں تم کو قیامت کے عذاب سے نہیں بچا سکتا۔ تم خود اپنی فکر کر لو۔ اے میری بیٹی فاطمہ! تُو میرے مال سے سوال کر سکتی ہے۔ لیکن مَیں تم کو خدا سے نہیں بچا سکتا۔ تُو اپنی فکر آپ ہی کر۔"[a]

غرض احادیث کی وسیع اور دقیق چھان بین کے بعد مزید انتظار کرنے کا فائدہ نہ تھا۔ لہٰذا مَیں نے مایوسی اورحسرت کے ساتھ احادیث کو بھی بند کر دیا۔ اور درگاہِ الٰہی میں یوں دعا کرنے لگا،

---

[a] حدثنا ابو یمان قال اخبرنا شعیب عن الذہری قال اخبرنی سعید بن المسیب وابو سلمہ بن عبد الرحمٰن ان ابا ہریرہ قالا قام رسول اللہ صلعم حین انزل اللہ وانذر عشیرتک الاقربین۔ قال یا معشر قریش او کلمۃ نحوھا اشترو انفسکم لا اغنی عنجم من اللہ شیئاً یا بنی عبد مناف لا اغنی عنکم شیئاً۔ یا عباس بن عبد المطلّب لا اغنی عنکم من اللہ شیئاً ویا فطمہ بنت محمد صلعم سلینی ما شئت من مالی ما اغنی عنک من اللہ شیئاً۔ (بخاری، صفحہ 702 مطبوعہ کرزن گزٹ، دہلی)

"اے خدا، تُو میرا خالق و مالک ہے جو میرے دل کے کُل پوشیدہ و مخفی رازوں سے مجھ سے زیادہ واقف ہے۔ تُو جانتا ہے کہ ایک مُدّتِ دراز سے مَیں تیرے سچے مذہب کا متجسّس رہا ہوں۔ جو کچھ مجھ سے ہو سکا مَیں نے تحقیق کی۔ اب تُو مجھ پر اپنے عرفان اور نجات کا دروازہ کھول دے۔ مجھ کو اُن لوگوں کے زُمرے میں داخل کر جو تیرے منظورِ نظر ہیں تاکہ جب مَیں تیرے نورانی حضور آؤں تو سُرخ رُو و سرفراز ہوں۔ آمین۔"

انجیل میں مجھ کو نجات مل گئی

اِس حالتِ رنج و الم میں مَیں پھر ایک بار انجیلِ مقدّس کو اُٹھا کر پڑھنے لگا۔ خیال یہ تھا کہ اگر میری تحقیقات میں غلطی رہ گئی ہو تو اُس کی اصلاح ہو جائے۔ اب کی بار انجیلِ مقدّس کھولتے ہی جس آیت پر میری نظر پڑی وہ یہ تھی،

> اے تھکے ماندے اور بوجھ تلے دبے ہوئے لوگو، سب میرے پاس آؤ! مَیں تم کو آرام دوں گا۔ (متی 28:11)

مَیں نہیں کہہ سکتا کہ کس طرح انجیل کا یہ حوالہ کُھل گیا اور اِس آیت پر میری نگاہ پڑ گئی۔ نہ مَیں نے قصداً اِس حوالے کو کھولا تھا اور نہ یہ اتفاقاً ہوا بلکہ یہ خدا کی طرف سے میری سخت محنت اور سچی تحقیقات کا جواب اور مجھ سے گناہ گار شخص کے لئے علی الاعلان خوش خبری اور بشارت تھی۔ مجھ پر اِس جان بخش آیت کا بہت بڑا اثر ہوا۔ دل میں تسلی، اطمینان اور سرور پیدا ہو گیا۔ دل کی بے قراری اور اضطراب یک دم کافور ہو گئے۔

مَیں ایک محقّقانہ روش سے اناجیل کا مطالعہ کرتا رہا اور اول سے آخر تک کئی بار پڑھا۔ مجھ کو سینکڑوں ایسی آیتیں اور بیسیوں ایسی تمثیلیں ملیں جن کے پڑھنے سے مجھ کو پورا پورا یقین ہو گیا کہ نجات جو مذہب کا آخری مقصد اور اُس کی جان

ہے صرف خداوند عیسیٰ مسیح پر ایمان رکھنے سے حاصل ہو سکتی ہے۔

اِن تمام تحقیقات کے بعد مَیں نے یہی فیصلہ کیا کہ اب مَیں عیسائی ہو جاؤں گا۔ اور یہ بھی مناسب معلوم ہوا کہ مَیں اپنی تحقیقات کو اپنی انجمن ضیاء الاسلام میں پیش کروں تاکہ اِس پر اگر چاہیں تو بحث بھی کریں اور خفیہ تحقیقات کا الزام میرے سر سے ہٹ جائے۔

مَیں حسبِ معمول انجمن میں گیا۔ آج پھر منصور مسیح صاحب کی باری تھی۔ مگر مَیں نے یہ کہہ کر اُن کو روک دیا کہ آج شام کو مَیں خود اسلام کا مخالف ہو کر تقریر کروں گا۔

مَیں نے کھڑے ہو کر اپنی سات سالہ (اور اگر دہلی کا زمانہ بھی شامل کیا جائے تو نو دس سال کی) تحقیقات پر تقریر کی۔ حاضرین سن کر دنگ رہ گئے۔ اراکینِ انجمن کو فقط اِس بات کی تسلّی تھی کہ جیسی تقریر مَیں نے کی ہے ویسا ہی جواب

بھی دے دوں گا۔ چنانچہ جب مَیں نے اپنی تقریر ختم کر لی اور بیٹھ گیا تو صدرِ ثانی صاحب نے کہا کہ ہم اُمید کرتے ہیں کہ خود صدر صاحب ہی اپنی مخالفانہ تقریر کا جواب بھی دے دیں گے۔

مَیں حضرت عیسیٰ کا پیروکار ہو گیا

اِس پر کھڑے ہو کر مَیں نے کہا کہ میرے دوستو، سنو! جو کچھ مَیں نے آپ کے سامنے بیان کیا ہے ظاہری یا مصنوعی نہیں بلکہ یقینی اور قطعی ہے۔ یہ تقریر میری دس سالہ تحقیقات پر مبنی ہے۔ اور خاص کر اُس دن سے جبکہ جناب منصور مسیح صاحب نے نجات پر لیکچر دیا تھا۔ مَیں نے خدا سے یہ عہد کر لیا تھا کہ آج سے مَیں کتابِ مقدّس کو اِس نیّت سے نہیں پڑھوں گا جس طرح کہ پیشتر پڑھا کرتا تھا۔ بلکہ ایک محقّق کی طرح اِس نیّت اور مقصد سے پڑھوں گا کہ حقانیّت اور صداقت مجھ پر ظاہر ہو جائیں۔ چنانچہ مَیں تعصّب اور منطقی مغالطہ دہی کو

بالائے طاق رکھ کر کتابِ مقدّس اور قرآن شریف کا بالمقابل مطالعہ کرتا رہا اور مَیں اِس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ نجات صرف عیسائی مذہب میں ہی ہے اور بس۔

یہ کہہ کر مَیں وہاں سے روانہ ہوا، کیونکہ وہاں ٹھہرنا مصلحت کے خلاف تھا۔ مجھ کو نکلتے دیکھ کر منصور مسیح صاحب بھی میرے پیچھے پیچھے روانہ ہوئے۔ جب میرے پاس پہنچ گئے تو دونوں ہاتھ میرے گلے میں ڈال کر خوشی کے آنسو بہانے لگے اور تھرائی ہوئی آواز سے کہنے لگے، ”آج رات آپ میرے مکان میں آ کر سوئیں، کیونکہ آپ کا تنہا مکان میں رہنا خطرے سے خالی نہیں ہے۔“

مَیں نے اُن سے کہا، ”میری انجمن کے اراکین شائشتہ اور تعلیم یافتہ ہیں۔ اُن سے مجھ کوکسی قسم کا خوف اور خطرہ نہیں ہے۔ البتہ عوام کا خطرہ ہے، اِس لئے مَیں صبح سویرے اندھیرے ہی میں آپ کے مکان پر آؤں گا۔ اور اگر اُس وقت تک مَیں نہ آیا تو آپ خود میرے پاس تشریف لائیں۔“

یہ کہہ کر ہم دونوں ایک دوسرے سے رخصت ہوئے۔ مَیں اپنے مکان میں آ کر دروازہ اندر سے بند کر کے چراغ بجُھا کر تفکّرات میں مبتلا بیٹھ گیا۔ مَیں اُس رات اور اُس کے ڈراؤنے توہّمات اور روحانی کشمکش کو کبھی نہ بھولوں گا۔

صبح ہوتے ہی منہ ہاتھ دھو کر منصور مسیح صاحب کی طرف روانہ ہوا۔ جب مَیں اُن کے مکان پر پہنچا تو وہ میرے انتظار میں پریشان تھے۔ اُن کو معلوم تھا کہ مجھے چائے پینے کی سخت عادت ہے۔ چائے تیار رکھی تھی۔ چائے پی کر مختصر بات چیت کے بعد دعا میں مشغول ہوئے۔ دعا کے بعد پادری کینن لیجرڈ صاحب کے بنگلے پر گئے۔

پادری صاحب ہماری اِس بے وقت آمد سے حیران ہوئے، لیکن دفتر میں جاتے ہی منصور مسیح صاحب نے اُن سے کہا کہ مولوی صاحب بپتسمہ لینے کے لئے آئے ہیں۔ اول تو پادری صاحب نے اِس کو ایک مذاق سمجھا، لیکن جب اُن کے سامنے گزشتہ رات کا واقعہ بیان کیا تو بے اختیار اُٹھ کر گلے

لگا کر کہنے لگے، "مجھ کو یقین تھا کہ اگر آپ نے غور سے کتابِ مقدّس کو پڑھا تو ضرور حضرت عیسیٰ کے پیروکار ہو جائیں گے۔ اب خدا کا شکر ہے کہ آپ اِس کے قائل ہو گئے۔"

یہ کہہ کر تین روز کے بعد بپتسمہ دینے کا وعدہ کیا۔ اور اُن ایّام میں دس احکام، رسولوں کا عقیدہ اور دعائے ربانی حفظ کرنے کی نصیحت کر کے کہنے لگے، "اب آپ کو واپس جانے اور مسلمانوں میں رہنے کی صلاح مَیں نہیں دیتا۔ یا تو آپ میرے ساتھ رہیں یا منصور مسیح صاحب کے ساتھ۔" مَیں منصور مسیح صاحب کے ساتھ رہنے کے لئے راضی ہوا۔

جب اتوار کا دن آیا تو ساری عبادت گاہ مسلمانوں سے بھر گیا۔ اِس خطرے کو دیکھ کر پادری صاحب نے بپتسمہ ملتوی کر دیا۔ آخر کار خدا کے فضل اور کرم سے 6 اگست 1903ء کو میرا بپتسمہ سینٹ پالز چرچ میں ہو گیا۔

ناظرین! جب مَیں عیسائی ہوکر حزب اللہ میں داخل ہوگیا تو ایک عجیب انقلاب مجھ میں پیدا ہوا۔ میرے افعال، اقوال، رفتار، گفتار سب بدل گئے۔ حتّٰی کہ ایک سال کے بعد جب مَیں چند دنوں کے لئے ممبئی گیا تو خود وہاں کے مسلمانوں نے میرے حق میں یہ کہا، "یہ شخص بالکل بدل گیا ہے۔ یہ کس قدر غصیلا اور اب کس قدر حلیم ہوگیا ہے۔"

اگرچہ مَیں پہلے بھی گناہ کو گناہ سمجھتا تھا، لیکن اُس کو اِس قدر خطرناک اور مُہلک نہیں سمجھتا تھا جس قدر کہ اب سمجھتا ہوں۔ اگرچہ اب بھی مَیں ایک کمزور انسان ہوں اور مجھ سے اکثر سہواً خطائیں سرزد ہوتی ہیں، لیکن ساتھ ہی جس قدر رنج اور غم، شرم اور افسوس میرے دل میں پیدا ہوتے ہیں مَیں بیان نہیں کرسکتا۔ اُسی وقت منہ کے بل گر کر زار زار رو کر توبہ کرتا ہوں اور معافی چاہتا ہوں۔ یہ بات ربّنا المسیح کے کفارہ کے سوا اَور کسی طرح سے حاصل نہیں ہوسکتی۔

گناہ صرف توبہ ہی سے دُور نہیں ہو سکتا بلکہ ازبس لازمی ہے کہ ہمارے منجّی کے مقدّس خون سے صاف کیا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ دُنیا آئے دن گناہ کو ایک معمولی بات سمجھ کر ہلاکت کے قریب ہوتی جا رہی ہے۔